افغانستان کی سیاست میں ''وار لارڈز'' کا کلیدی کردار

افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے اپنا عہدہ سنبھالتے وقت اعلان کیا تھا کہ وہ اپنی نئی کابینہ میں وار لارڈز کو بالعموم شامل نہیں کریں گے۔ یہ خبر سن کر عوامی حلقوں میں اطمینان اور خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور وہ محسوس کرنے لگے تھے کہ اب ان چیرہ دستوں سے نجات مل جائے گی، مگر ان کی یہ خوشی، شعلہ مستعجل ہی ثابت ہوئی۔ یہ بجلی کے کوندے کی مانند لپکی اور اگلے لمحے فضا میں گزر ہو گئی۔

حامد کرزئی کو اپنی نئی کابینہ تشکیل دیئے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہیں دو ''بھاری بھرکم'' وار لارڈز کو اپنی کابینہ میں شامل کرنا پڑا اور ستم کی بات یہ ہے کہ اب کی بار انہیں پہلے کے مقابلے میں زیادہ اہم ذمہ داریاں سونپنا پڑیں۔ انہیں اہم صوبوں میں بطور گورنر، تعینات کرنا پڑا۔ ان تبدیلیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افغان حکومت ہنوز استحکام کی دولت سے محروم ہے ور اس کے تئیں اتنی سکت نہیں کہ وہ ''وار لاراز'' کی قوت کو چیلنج کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کی سیاست میں ''وار لارڈز'' کا انتہائی اہم کردار ہے اور ایسے لوگ آسانی سے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

ماضی قریب میں جب ہم ذرا جھانک کر دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اپریل 1978ء میں کمیونسٹوں کی جانب سے بپا کردہ ''انقلاب ثور'' کے موقع پر ''وار لارڈز'' نے اپنا تشخص منوا لیا تھا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے انہوں نے اپنی نجی ملیشیا بھی قائم کرلی تھی اور اسے ''پیپلز ڈیمو کریٹک پارٹی آف پاکستان'' (پی ڈی پی اے) کی حمایت میں لڑنے کیلئے تیار کر لیا گیا تھا۔ انہوں نے نوجوان مجاہدین کی تربیت بھی کی تھی تاکہ وہ ماسکو سرکار اور افغان حکومت کے خلاف جہاد کریں۔

بعد میں کئی ''وار لارڈز'' نے اپنی وفاداریاں بدل لی تھیں اور وہ طالبان کی صف میں شامل ہو گئے تھے۔ متعدد ''وار لارڈز'' ایسے بھی تھے جو شمالی اتحاد میں شامل ہو گئے تھے اور انہیں امریکہ، فرانس، ایران، بھارت اور دوسرے ملکوں سے مالی امداد کے علاوہ اسلحہ بارود بھی ملنا شروع ہو گیا تھا۔ بیرونی ملکوں کی جانب سے ان ''وار لارڈز'' کی سرپرستی اس غرض سے کی جا رہی تھی کہ وہ طالبان کی بساط الٹ دی گئی تو ان عناصر کے وارے نیارے ہو گئے اور حامد کرزئی کی صدارت میں قائم ہونے والی عبوری حکومت میں انہیں شریک کر لیا گیا تھا۔

بعد میں حامد کرزئی کو جب ان کے اصل عزائم کا علم ہوا تو انہوں نے ان عناصر کو دھیرے دھیرے منظر سے ہٹانے کی کوششیں شروع کر دیں مگر اس مہم میں انہیں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔

اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان عناصر کو امریکہ کی آشیرباد حاصل تھی اور امریکہ اسٹریٹجی یہ تھی کہ جب تک حتمی طور پر القاعدہ اور طالبان کا صفایا نہیں ہو جاتا، ان ''وار لارڈز'' کو اقتدار پر براجمان رہنا چاہئے۔

گذشتہ اکتوبر کو حامد کرزئی نے اپنی شاندار صدارتی کامیابی کے بعد اعلان کیا تھا کہ وہ صرف ایسے ''وار لارڈز'' کو اپنا شریک سفر بنائیں گے جو اپنے اپنے شعبے میں خصوصی مہارت رکھتے ہوں۔ اس فارمولے کے تحت ''وار لارڈز'' کی اس کابینہ

میں کوئی جگہ نہ تھی۔ اس اعلان کے بعد حامد کرزئی کے اس اقدام کو مقامی اور غیر ملکی سطح پر بہت پذیرائی ملی اور اسے جمہوریت کی جانب ایک اہم قدم قرار دیا گیا۔

مغربی ذرائع ابلاغ نے بھی اس فیصلے کا بھرپور خیر مقدم کیا اور اس خوشی کا اظہار کیا کہ حامد کرزئی کے بالآخر خود سر ''وار لارڈز'' کو دیوار سے لگا دیا ہے مگر عالمی سطح پر خوشی کا یہ اظہار، زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ اس اعلان کے فوراً بعد ہرات اور نمروز کے گورنر، بالترتیب دو ''وار لارڈز'' ...... اسماعیل خان اور کریم جان براہوی مقرر کر دیئے گئے۔ ان دو حضرات کو جو قلمدان وزارت سونپے گئے وہ اس کے اہل نہ تھے۔ اسماعیل خان کو منسٹر آف انرجی کا قلمدان سونپا گیا اور وہ اس ذمہ داری کو نبھانے کے اہل نہ تھے کیونکہ ان کی بنیادی شناخت ایک فوجی افسر اور مجاہد کمانڈر کی رہی تھی۔ احصر براہوی کو قبائلی اور سرحدی علاقوں سے متعلق وزارت سونپی گئی جس کا بنیادی مقصد قبائلی علاقوں کے ساتھ، بامقصد مذاکرات کی راہ ہموار کرنا تھا۔ براہوی کے لئے اس ذمہ داری سے نمٹنا چنداں آسان تھا۔ کیونکہ بلوچ سردار ہونے کی حیثیت سے وہ پشتون قبیلہ سے تعلق رکھنے والا کوئی قائد ہی حل کر سکتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ حامد کرزئی (یوں کہیے امریکی حکومت) ''وار لارڈز'' سے گلو خلاصی حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی ہے اور انہیں اعلیٰ مناصب سے الگ کرنا حامد کرزئی کے لئے عملی طور پر ناممکن ہو گیا ہے۔ اس سے ''وار لارڈز'' کے حوصلے مزید بلند ہو گئے اور انہیں اور ان کے ساتھیوں کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ ایک ناقابل تسخیر قوت ہیں اور ان کا وجود افغانستان کی بقا کیلئے ناگزیر ہے۔ انہیں یہ بھی علم ہو گیا ہے کہ امریکہ کو ان کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اسے پتہ چل گیا ہے کہ افغانستان میں اسامہ بن لادن نے اپنا پاور

بیس طالبان کے ساتھ مل کر بنایا تھا۔ اور اسے صرف "وار لارڈز" ہی توڑ سکتے ہیں۔ اس بنا پر ان "وار لارڈز" کی خدمات کے عوض، امریکہ نہ صرف انہیں برداشت کر رہا ہے بلکہ وہ انہیں زیادہ مضبوط بھی بنا رہا ہے تاکہ وہ القاعدہ اور طالبان کے بچے کھچے عناصر کی بیخ کنی کر سکیں۔

27 سالوں پر پھیلی ہوئی جنگ اور ملکی سطح پر عدم استحکام نے ان "وار لارڈز" کو ایک ناگزیر حقیقت بنا دیا ہے۔

بہت سے افغان ان سے خائف بھی ہیں اور سخت متنفر بھی مگر چند عناصر ایسے بھی ہیں جو انہیں مسیحا قرار دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے سویت یونین کے خلاف، بڑی استقامت کا ثبوت دیا تھا اور اسلام کی سربلندی اور افغانستان کے تحفظ کے لئے قربانیاں دی تھیں۔ اس بنا پر انہیں بیک جنبش قلم ختم کرنا ممکن نہ ہوگا۔

ادھر امریکہ بھی القاعدہ اور طالبان کے مکمل خاتمے تک انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔

قرائن سے یوں دکھائی دیتا ہے کہ "وار لارڈز" کسی نہ کسی شکل میں افغانستان کی سیاست پر اثر انداز رہیں گے...... بالخصوص اس وقت تک جب تک طالبان کی جانب سے مزاحمت کا سلسلہ کلی طور پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ قرائن سے تو یوں لگتا ہے کہ آنے والے انتخابات میں "وار لارڈز" کی طاقت کو ایک ناگزیر اٹل حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیا جائے گا کچھ بعید نہیں کہ آگے چل کر اچھے "وار لارڈز" اور ناہنجار "وار لارڈز" کی تخصیص بھی ہونے لگے اور مغرب نواز "وار لارڈز" اور قوم پرست "وار لارڈز" کے مابین بیگانگی کی دیوار کھڑی کر دی جائے۔